جناب مولابخش محمدی (تھرپارکر)

سید احسان اللہ شاہ راشدی

نام احسان اللہ شاہ راشدی، جائے ولادت بستی پیر آف جھنڈہ تحصیل بالا جو نیو سعید آباد سے ذرا آگے قومی شاہراہ پر واقع ہے۔ آپ کی ولادت ۲۷ رجب ۱۳۱۲ھ میں ہوئی، وہیں پرورش پائی۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر ہی سے حاصل کی۔ گھر کا ماحول نہایت پاکیزہ اور علمی تھا۔ بچپن ہی سے مدرسہ "دار الرشاد" میں تعلیم شروع کی۔ آپ نے جن اساتذہ کرام سے استفادہ حاصل کیا، ان میں حسب ذیل مشاہیر شامل ہیں:

مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمد، مولانا الٰہی بخش، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد اکرم ہالائی، مولانا خدا بخش وغیرہم!

آپ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد باقاعدگی سے کہیں سلسلہ تدریس شروع نہیں کیا تاہم تبلیغِ اسلام کے فرائض آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دئیے۔ بفضلِ خداوندی آپ کی پاکیزہ صحبت سے بیشمار لوگ اسلام کی صداقت کے قائل ہوئے۔ آپ کو سب سے زیادہ دو چیزوں سے محبت تھی۔ کتب خانہ اور مدرسہ دار الرشاد۔ آپ مسلک اہلحدیث کے نامور قائد تھے۔ آپ کا طریقہ صرف کتاب و سنت تھا، کسی دوسرے کی رائے کو ان کے مقابلہ میں قطعاً کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔ آپ جماعت اہلحدیث کے روحِ رواں تھے۔

کتب خانہ عالیہ علمیہ کو سید صاحب نے تقریباً ہر موضوع پر نادر کتب جمع کر کے زینت بخشی آپکو حدیث اور علمِ حدیث سے بے پناہ لگاؤ تھا اور اس فن کی کتب سے اسقدر لگن تھی کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر و شام، ہندوستان اور دیگر ممالک سے بہت سی کتب زرِ کثیر خرچ کر کے منگوائیں۔ حیدر آباد دکن سے قاضی لعل محمد کو بھیج کر نواب عثمان علی نظام کے کتب خانہ سے کئی کتب نقل کروائیں۔ آپ ادارہ دائرۃ المعارف کے اراکین میں شامل تھے۔ جب بھی ادارہ مذکور کوئی کتاب شائع کرتا تو کتب خانہ عالیہ علمیہ کو ایک نسخہ

ضرور تحفۃً بھیجتا۔ آپ کے علمی اشتیاق اور کتب سے بے پناہ محبت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مشہور کتاب "تاریخ خطیب بغدادی" جو اس وقت تک طبع نہیں ہوئی تھی، پندرہ سو روپیہ خرچ کر کے مصر سے فوٹو سٹیٹ کرائی۔ پھر جب یہ کتاب چودہ جلدوں میں شائع ہوئی تو اس کی صرف اٹھائیس روپیہ قیمت مقرر کی گئی تھی "تاریخ اصفہان" کا بھی فوٹو لندن کے کتب خانہ سے ڈاکٹر کرنکو کے ذریعہ سے حاصل کیا۔ یہ دونوں کتابیں اب بھی ان کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ ڈاکٹر کرنکو ہی کی وساطت سے جرمنی حکومت سے ابن خزیمہ اور دیگر کتب تفاسیر کیلئے کوشاں رہے۔ بہرحال کتب خانہ میں ایسی نادر کتب جمع کیں جو آج تک برِ صغیر میں نایاب ہیں اور جن سے آج بھی ملک و بیرون ملک کے علماء کرام آکر استفادہ کرتے ہیں۔

مدرسہ دار الرشاد:

سندھ کی تاریخ میں مدرسہ دار الرشاد ہی قدیم ترین مدرسہ ہے۔ اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل علماء نے دیگر مدارس قائم کئے۔ یہ مدرسہ اس قدر مشہور تھا کہ مولانا شیخ الہند محمود الحسن اور مولانا اشرف علی تھانوی اس دار العلوم کی تعریف سن کر اس کے معائنہ کیلئے ہند سے تشریف لائے۔ سید احسان اللہ شاہ صاحب نے مدرسہ کی ترویج و ترقی میں خصوصی دلچسپی لی اور طلباء و اساتذہ کو ہر قسم کی سہولتیں مہیا کیں۔ سید صاحب کے دور میں ملک کے چپہ چپہ سے طلباء نے آکر کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کی۔ آپ خود طلباء کا امتحان لیتے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ باقاعدہ تقریری مقابلہ منعقد ہوا کرتا تھا جس میں کامیاب طلباء کو آپ انعامات تقسیم کرتے تھے۔ الغرض علمی و ادبی لحاظ سے سید صاحب کے دور کو راشدی خاندان کے عروج کا دور کہا جاتا ہے۔

علمی مجالس:

بیگانہ روزگار، بلند پایہ عالم دین، اسماء الرجال کے ماہر، کتاب و سنت کے شیدائی اور سید احسان اللہ شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی نے بتایا کہ والد گرامی کے انتقال کے وقت میری عمر پندرہ سولہ برس کی ہوگی۔ آپ کا زہد و تقویٰ ان آنکھوں نے جو دیکھا اس کی کیفیت اگر مجھ سے پوچھی جائے تو میں ضرور کہتا کہ ایسا پاکباز اور متقی انسان میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ اکثر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ علماء و طلباء سے علمی تبادلۂ خیالات کرنے، دنیا کے تقریباً ہر بڑے عالم سے واقفیت رکھتے تھے۔ علماء حرمین سے خصوصی رابطہ رکھا کرتے تھے۔ خود سلطان عبد العزیز بن سعود سے خط و کتابت جاری رہتی تھی۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے مشہور عالم دین اور کتب خانہ کے محافظ شیخ ابراہیم حمدی بھی تشریف لائے اور چند روز تک ہمارے ہاں قیام فرمایا۔ والد گرامی سے

بڑی بڑی علمی مجالس منعقد کیں اور کئی علمی مسائل پر تبادلہ خیال ہوا۔ والد مرحوم کے انتقال کے بعد جب میں مدینہ شریف گیا تو شیخ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ بڑے خلوص اور محبت سے ملے اور ہمیں اپنا کتب خانہ دکھایا جو قلمی اور نایاب کتب کا ایک عظیم ذخیرہ تھا۔ اس مرتبہ جب جانا ہوا تو سنا کہ شیخ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

مجھے یاد ہے، ایک مرتبہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ہمارے ہاں والد صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لائے اور کئی علمی مسائل پر بات چیت ہوئی۔ حضرت مولانا ثناء اللہ ہمارے یہاں تین چار یوم تک قیام پذیر رہے۔ اور جب آپ واپس وطن روانہ ہو گئے تو فرمایا: "اس وقت اگر کوئی فنِ رجال کا امام ہے تو وہ سید احسان اللہ شاہ صاحب کی ذاتِ گرامی ہے"۔ــــ آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ برصغیر کے نامور علماء کرام سے آپ کی خصوصی مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ والد صاحب کی زندگی میں ہمارے ہاں ہر وقت علماء و فقہاء کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ اور ہر ایک آپ کی للٰہیت، اخلاص اور علم کا مداح تھا۔

اتباعِ سنت و حبِ رسول:

اتباعِ سنت آپ کا خاص وصف تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہری محبت۔ ایک مرتبہ اپنے چچا سید محبوب شاہ سے رشتہ طلب کیا۔ انہوں نے کہا، اگر تم رفع الیدین ترک کر دو تو میں رشتہ دینے کیلئے تیار ہوں ورنہ نہیں"۔ سید احسان اللہ صاحب نے فرمایا، چچا جان یہ تو ایک رشتہ ہے، محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر ہزاروں رشتے قربان کرنے کو تیار ہوں"ــــ خدا کی قدرت، چند ہی روز بعد سید محبوب شاہ صاحب رشتہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

مدرسہ دار الرشاد میں ایک بنگالی طالبِ علم سمیر الدین رہتا تھا جسے سید صاحب سے بیحد محبت تھی اور اسی محبت میں رفع الیدین کرنا شروع کر دیا لیکن کچھ وقت کے بعد اچانک اسے ترک کر دیا۔ جس پر سید صاحب نے پوچھا، "بیٹے تم نے رفع الیدین کیوں ترک کر دیا؟" اس نے جواب دیا، "استاد حمید الدین کہتے ہیں کہ یہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے خلاف ہے"! اس پر سید صاحب نے فرمایا، "قیامت کے روز تم سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کا سوال ہوگا یا امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کا؟"ــــ اس کے بعد مدلل بکتاب و سنت سے رفع الیدین کا ثبوت ایسے دلنشین اور محبت بھرے انداز میں پیش کیا کہ وہ بہت متاثر ہوا۔ــــ اہل خانہ میں سے اگر کوئی سنت میں غفلت کرتا تو سخت تنبیہ کرتے۔ ایک دفعہ کسی کے ہاں سید صاحب کی دعوت تھی۔ آپ میزبان کے بنگلہ پر تشریف لے گئے لیکن اندر تصاویر آویزاں دیکھ کر باہر

رک گئے اور فرمایا، جب تک یہ تصاویر نہیں ہٹائی جائیں گی میں اندر داخل نہیں ہونگا۔ جس پر میزبان نے تصاویر اتار دیں، آپ اندر داخل ہوئے اور کتاب و سنت سے تصاویر کی حرمت بتلائی۔

سید غلام مرتضیٰ شاہ (جی۔ ایم سید) جو اس وقت الحاد میں مبتلا ہو چکے ہیں اور چند کتب بھی اسلام کے خلاف تحریر کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر چکے ہیں، ان سے سید صاحب کی حیدر آباد سٹیشن پر ملاقات ہوئی۔ جی۔ ایم۔ سید ماڈرن لباس میں ملبوس تھے۔ سید احسان اللہ شاہ صاحب نے عام سا مصافحہ کیا جس پر کسی نے کہا، "یہ سید صاحب ہیں"! آپ نے فرمایا، "نہ داڑھی، نہ وضع نہ قطع"؟ جی۔ ایم سید نے معذرت چاہی اور کہا، "حضرت کیا کریں، افسروں سے واسطہ پڑتا ہے، اس لئے ایسی وضع قطع رکھنی پڑتی ہے"! آپ نے فرمایا، "چلئے کسی افسر کے پاس چلتے ہیں پھر عزت کا آپ اندازہ لگائیں۔ یہ سن کر جی۔ ایم سید نہایت شرمسار ہوئے!

ان واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو اتباعِ سنت کا کس قدر خیال تھا چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد جماعت نے آپ کو "سید احسان اللہ شاہ سنت والا" کے نام سے یاد کرنا شروع کیا۔ اتباعِ سنت آپ کے رگ و ریشہ میں شامل تھی، ہر کام میں اتباعِ رسول کو مقدم رکھتے تھے اور بدعت کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے۔

تصانیف:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیف و تالیف کا بھی خصوصی ملکہ عنایت فرمایا تھا۔ آپ کی تصانیف علمی اور تحقیقی دعوت سے لبریز ہوا کرتی تھیں۔ اتباعِ سنت آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔۔ آپ کی تصانیف تو بہت ہیں جو ضائع ہو چکی ہیں تاہم جن چند کتب کا علم ہو سکا وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) المقالۃ المحبوبۃ فی الدعاء بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ (۲) خیمۃ الزجاجۃ فی شرح ابن ماجہ (یہ ابن ماجہ شریف کی شرح ہے، افسوس کہ پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے قبل آپ کا انتقال ہو گیا اور مزید افسوس یہ کہ اب یہ مسودہ بھی غائب ہو چکا ہے) (۳) سلک الانصاف (جس میں آمین، رفع الیدین اور فاتحہ خلف الامام کا ثبوت دیا گیا ہے) (۴) ایک تقریر دلپذیر جو آپ نے خانپور کے ایک جلسہ میں کی تھی۔ یہ بھی اردو میں ہے (۵) رسالہ فی تقبیل ایدی الکرام: اس کتاب کا موضوع صالحین کے ہاتھ چومنے کے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی کتب تھیں لیکن مرورِ زمانہ کے باعث ضائع ہو گئیں۔

شادی اور اولاد:

آپ نے تین شادیاں کیں جن سے تین بیٹے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ آپ کے بیٹوں میں حضرت العلام

سید محب اللہ شاہ صاحب ایک بلند پایہ کے سنجیدہ عالمِ دین، حدیث و فنِ رجال کے ماہر جنہیں علوم قدیمہ وجدیدہ کا سنگم کہا جاسکتا ہے۔ چونکہ سید صاحب بذاتہٖ ایک انجمن و تحریک کی حیثیت رکھتے ہیں، وطن و دیارِ غیر کے علمی حلقوں میں آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں اور آپ ہی نے کمال نوازش سے زیرِ نظر مضمون کی ترتیب میں تعاون فرمایا۔

آپ کے دوسرے فرزند سید بدیع الدین شاہ صاحب ہیں جن کی شخصیت عالمِ اسلام میں معروف ہے۔ آجکل آپ سعودی عرب میں قیام پذیر ہیں۔ آپ کے تیسرے بیٹے محی الدین صاحب ہیں جو حیدرآباد کے قریب سکونت پذیر ہیں۔

حلیہ و انتقالِ پر ملال:

میانہ قد، گھنی داڑھی، کشادہ چہرہ، بھنویں خوبصورت، سینہ کشادہ، رسیلی آواز، بڑی بڑی آنکھیں جن میں لال لال ڈورے نظر آتے تھے، عموماً ہر وقت ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھے۔ آپ جامع صفات انسان تھے۔ صرف پینتالیس برس کی عمر میں ۱۵ شعبان ۱۳۵۸ھ میں ہزارہا سوگواروں کو اشکبار چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے جاملے، انا للہ و انا الیہ راجعون!

اخلاقِ حسنہ:

سید صاحب فکر و نظر، عہد و عمل کے ایک خاص عہد کے ثمردار درخت تھے۔ آپ ایک بلند پایہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نہ صرف سنجیدہ پروقار شخصیت کے مالک تھے بلکہ ایک حق گو، بیباک اور اسلام کے نڈر سپاہی بھی تھے، نہ صرف صاحبِ قال بلکہ صاحبِ حال بھی تھے۔ سید صاحب کی پرکشش شخصیت، ان کا علم و فضل، فصاحت و بلاغت اور گفتار کا دلنشین انداز، مخاطب کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے، اس پر کتاب و سنت کی چاشنی، منہ سے نکلی ہوئی بات گویا لوحِ قلب پر نقش ہوجاتی! تقریر کیلئے کھڑے ہوجاتے تو سناٹا چھا جاتا۔

آپ ایک اچھے منتظم، قابل استاد، شفیق و ہمدرد انسان تھے، سنتِ مصطفوی سے آپ کو والہانہ محبت تھی، آخری دم تک دینِ حنیف کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ حدیث اور مسلک اہلحدیث کے لئے کبھی کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ آپ کی رحلت کے ساتھ ہی تاریخ اہل حدیث کا ایک درخشندہ باب ختم ہوگیا۔

وما کان قیس هلکه هلک واحد

ولکنه بنیان قوم تهدما